

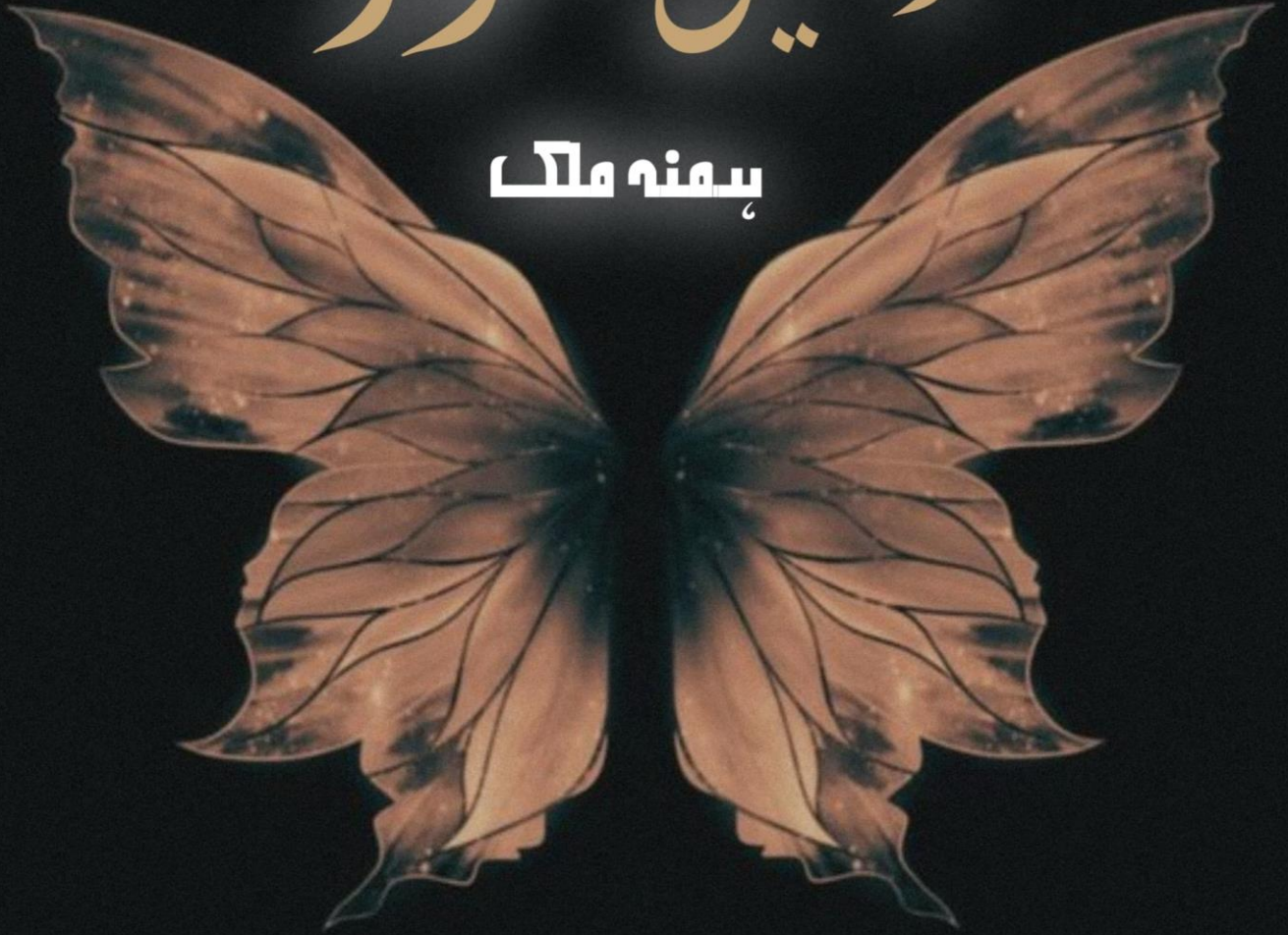
Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

[www.safareadab.com](http://www.safareadab.com)

# رنگین تصویر

سیمینہ ملک



# رنگین تصور



از قلم ہمنہ ملک

All Rights Reserved

**Copyright:** Hamna Malik (Author)

**Published by:** Safar-e-Adab

**Published On:** safareadab.com

---

To get published with us, contact us via email or website:

[safareadab.com](http://safareadab.com)

[safareadab@gmail.com](mailto:safareadab@gmail.com)

[khanumaira@safareadab.com](mailto:khanumaira@safareadab.com)

[adab@safareadab.com](mailto:adab@safareadab.com)

---

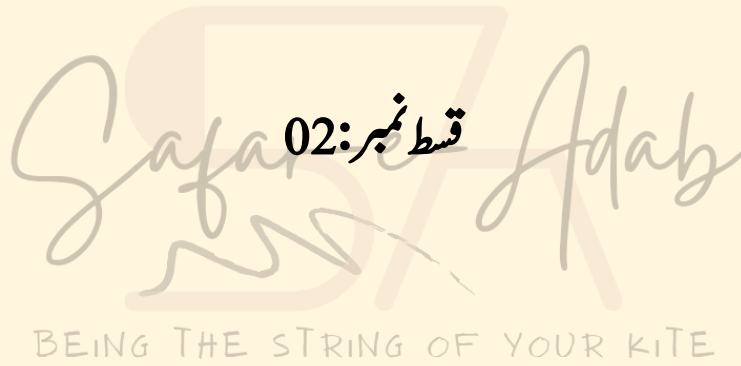
**Note:** We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

## ضروری بات

رنگین تصوّر کے تمام جملہ حقوق لکھاری "ہمنہ ملک" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔







یہ فجر کا وقت تھا۔ بہت تیز ہوائیں چل رہی تھی۔ آسمان سیاہ تھا۔ اور بجلی چمک رہی تھی۔ بادل کے گرجنے کی آواز اس نیم اندھیرے کمرے میں سوئی ہوئی لڑکی کی نیند میں مغل ہونے کی کوشش میں تھی۔ اس نے بیڈ پر لیٹے لیٹے کیشن پکڑ کر اپنے کانوں پر رکھ دیا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا تھا کہ کانوں میں روئی کے بڑے بڑے گولے ٹھونس کے اس آواز کا رستہ روک لے۔ اس کی ہتھیلیاں نم ہونے لگی تھی۔ آواز کانوں کی چیر رہی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ چھوٹے سیاہ بالوں میں ہنیر بین لگایا تھا پر پسینے کے ننھے قطرے نیم اندھیرے کمرے میں واضح نظر آرہی تھے۔ اس نے چند گہری سانسیں لیں۔

اسی کمرے کے ساتھ والے کمرے میں جھانک کر دیکھا جائے تو فجر کی آذان کی آواز نیم اندھیرے کمرے میں بیڈ پر لیٹے ہیزام سلیمان کی سماعتوں میں گونجی تو وہ اٹھ بیٹا کچھ دیر آنکھوں کو ملتا رہا اور پھر اٹھ کر کمرے کی لائٹ جلائی کمرہ روشن ہوا تو سارے منظر واضح ہوئے۔ بادل گرجنے کی آوازیں بلند ہونے لگی کہ کمرے کا دروازہ زور زور سے بجنے لگا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہیزام متوازن چال چلتا دروازے کی جانب بڑھا وہ جانتا تھا کہ دروازے کے اس پار کون ہوگا۔ اس نے تحمل سے دروازہ کھولا جیسے کھٹکھٹانے والا توڑ بھی دے تو اس کے سکون میں کمی نہیں آئے گی۔ سامنے جنت سلیمان رف ٹراؤزر شرٹ پہنے کھلے بالوں کو ہنیر بین کی مدد سے پیچھے کو کئے کھڑی تھی۔ اس سے پہلے کے وہ کچھ سمجھ پاتا وہ اس کے سینے سے لگی۔

ہیزام نے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"کیا ہوا؟" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا

"بھائی ڈر لگ رہا ہے" معصومیت بھرے لہجے میں خوف واضح نظر آتا تھا۔



"اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے"

"اور آزان کی آواز تمہارے کانوں نے کس کے حکم سے سنی"

"اللہ تعالیٰ کے حکم سے" یہ تو بچوں والے سوال ہیں جو آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں والے انداز میں کہا

"اب سوچو کہ اللہ بڑا ہے یا یہ بادل"

"ظاہر سی بات ہے اللہ تعالیٰ" اب کی بار وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی تھی

"تو پھر تمہیں بجائے ڈرنے کے محسوس کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کتنی مختلف آوازیں بنائیں

ہیں جہاں ایک آواز ڈراتی ہے تو دوسری دل کو سکون دیتی ہے" وہ کسی ٹرانس میں کہہ رہا تھا جیسے واقعی

محسوس کر رہا ہو

جنت مسکرائی اور چلی گئی کیونکہ بادلوں کی آواز کم ہو چکی تھی نہیں تو ہیزام کوئی دیوتا نہیں تھا جو ڈر چٹکیوں

میں ختم کر دیتا۔

اس کے سر پر اور بازو پر پیٹی ابھی تک بندھی ہوئی تھی وہ اپنی وارڈروب کے قریب گیا الماری کا پٹ کھولا

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اور اس میں سے سفید کرتا شلوار نکالا اور باتھ روم میں گھس گیا۔

کچھ دیر بعد وہ کرتا شلوار میں ملبوس اپنے بڑھے ہوئے بالوں کو پیچھے جمائے نماز پڑھ رہا تھا پھر نماز کے بعد

اپنے ہاتھوں کو دعا کی صورت پھیلا یا۔

"اللہ تعالیٰ آپ بہت رحیم ہیں۔ مجھے معاف فرما دیجئے میں ہاسپٹل میں نمازیں ادا نہیں کر سکا میں بہت

گناہگار ہوں۔ آپ سے بخشش کا طلبگار ہوں۔ مجھ پر رحم فرمائے میں اپنے گناہوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر

نہیں اٹھا سکتا۔ مجھے معاف فرمادے میرے پالنے والے بے شک تو نے مجھے ہر بار بخشا ہے اس بار بھی تو



ایک سکون سادل میں اتر چکا تھا جو توبہ کرنے والوں کے دلوں پر اترتا ہے۔ یہ سکون توبہ قبول ہولے کی نوید ہوتی ہے۔

ہاں! جو دنیا کے سامنے سخت ہوتے ہیں وہ بھی تنہائیوں میں رو پڑتے ہیں۔ جنہیں دنیا بے رحم کہتی ہے وہ اپنی حالت پر تنہائی میں رحم کھاتے ہیں۔ ہاں مضبوط لوگ بھی خوف زدہ ہوتے ہیں۔ کسی نہ کسی ڈر سے، کسی کے وجود سے، کسی خوشبو سے، اور کسی آواز سے۔-----

سلیمان منزل میں ناشتے کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی کچن میں سلیمان صاحب کھڑے اپنے بچوں کے لیے صبح کا ناشتہ بنا رہے تھے۔ وہ اکثر کھانا خود بناتے تھے اور ان کے ہاتھ کا ذائقہ بھی بہت مکمل تھا ایسا ذائقہ کہ ایک بار کھانا شروع کرو تو ہاتھ روکنا مشکل ہو جائے گا۔ ہیزام کچن میں داخل ہوا فریج سے پانی کی بوتل نکالی اور گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے سلیمان صاحب کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ کی کوئی مدد کروادوں؟" وہ پانی کے گھونٹ لیتے ہوئے بولا

"نہیں! بس ہو گیا" وہ مسکراتے ہوئے بولے تھے

"پاپا آپ کو موسم انجوائے کرنا چاہیے اور آپ کچن میں کھڑے ہیں" ہیزام کچن کی کھڑکی سے باہر بارش کی بوندوں کو گرتے ہوئے دیکھ کر بولا

"بارش کو انجوائے کرنے کا بہترین طریقہ ہے کہ انسان کو کنگ کرے" انہوں نے پیالے میں انڈے کو پھینٹتے ہوئے کہا

"آپ ہمارے پاپا کم اور ماما زیادہ لگتے ہیں" اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا

بھائی! آہستہ بولیں ماما نے سن لیا نا تو ناراض ہو جائے گی اب کچن میں جنت داخل ہوتے ہوئے بولی تھی (لوجی اس کی کمی تھی) اسکا یقین تھا کہ والدین اپنی وفات کے بعد بھی اولاد کی حرکات و سکنات کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

ہیزام اور سلیمان صاحب اسکی بات پر مسکرائے تھے پھر یہ مسکراہٹ اداسی میں ڈھل گئی۔ کچھ لمحات میں اب وہ ناشتہ کر رہے تھے۔

"ہیزام تمہارا واپس جانے کا کوئی ارادہ ہے یا نہیں؟"

ڈائمنگ ٹیبل پر سربراہی کرسی پر بیٹھے ہوئے سلیمان صاحب بغور اپنے دائیں طرف بیٹھے ہیزام کو دیکھتے ہوئے بولے تھے

"ابھی دو ماہ تو یہیں ہوں باقی اللہ بہتر جانتا ہے" وہ پراٹھے کے نوالے کو اپنی انگلیوں سے توڑتے ہوئے بولا "پاپا ایک تو آپ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ہیزام بھائی کبھی کسی کو نہیں بتائیں گے کہ وہ کیا کرنے والے ہیں" جنت کھانا کھاتے ہوئے مصروف انداز میں بولی تھی

ہیزام نے اسے گھوری سے نوازا

"میں نے کب نہیں بتایا؟" وہ آنکھیں چندھیا کر بچوں کے انداز میں بولا تھا، جیسے بچے لڑتے ہیں بالکل ویسے۔

"آپ نے بتایا کب ہے"۔ وہ بھی اسی کی بہن تھی اسی کے انداز میں بولی

اچھا اچھا! بس لڑو نہیں سلیمان صاحب ہنستے ہوئے بولے تھے وہ ان کی لڑائی سے بہت محفوظ ہوتے تھے

"بابا میں کچھ سوچ رہا تھا" وہ ناشتہ کرتا بظاہر مصروف انداز میں بولا

"زلزلہ فاروقی آپ کی پیشین گوئی بھی نہیں نا" وہ ان کو دیکھتے ہوئے بولا

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں اور یقین مانو مجھے اس میں کچھ اپنا اپنا سا لگتا ہے" سلیمان صاحب مسکراتے ہوئے بولے

"تو میں سوچ رہا تھا آپ شکریہ کے طور پر گھر پر ان کی دعوت رکھ لیں" کہنے کے بعد ان کے چہرے پر نظریں جمائی

"ہاں خیال تو اچھا ہے" انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

ہیزام مسکراتے ہوئے دوبارہ کھانے میں مصروف ہو گیا تھا بمشکل ایک دو نوالے لینے کے بعد جنت کچھ یاد آنے پر بولی

بھائی میرا ایک کام کر دیں گے؟

نہیں! دو ٹوک لہجہ

بھائی؟ اس نے باقاعدہ گھورا تھا

"میں ناراض ہوں" وہ اسکو دیکھے بغیر معصومیت سے بولا

"اچھا سوری نا" اس نے پچکارتے ہوئے کہا

بولو!

"کل شاہزیب یزدانی کی آرٹ ایگزیشن ہے اور آپ تو جانتے ہیں کہ میں نے اس ایگزیشن کا کتنا انتظار

کیا ہے اور مجھے شاہزیب یزدانی سے ملنے کا کتنا شوق ہے" وہ پر جوش، ڈرامائی انداز میں بولی

تو؟ اس نے ابرو سوالیہ انداز میں اٹھائے

"تو یہ کہ آپ کل میرے ساتھ جائیں گے" حکم تھا یا گزارش سمجھ سے باہر تھا

"کیوں؟"

"کیوں کہ میں اکیلی نہیں جانا چاہتی"

"تمہاری دوستیں کہاں ہیں ان میں سے کسی ایک کو لے جانا" وہ دوستیں بہت بناتی تھیں اسکی ہر مہینے کوئی نئی

دوست ہوتی تھی اور ہیزام اسکی دوستی کی قصے سن سن کر پک گیا تھا۔

"افسوس کی بات ہے کہ ان میں سے کسی کو شاہزیب یزدانی جیسے آرٹسٹ سے کوئی دلچسپی نہیں"

"پھر تو سمجھ دار ہیں تمہاری دوستیں"

ہیزام مسکراہٹ دبائے بولا تھا جس پر وہ سٹیٹا گئی تھی

"کیا مطلب ہے آپ کا۔۔۔۔ میں سمجھدار نہیں ہوں؟" وہ گھورتے ہوئے بولی

"کتنے بچے جانا ہے" وہ ہنسی دباتے ہوئے کمال موضوع بدل چکا تھا

"کل شام 5 بجے" اسے جو چاہیے تھا مل گیا اب لڑنے کا کیا فائدہ



"ٹھیک ہے" اس نے اثبات میں سر ہلایا

ہیزام نے ناشتہ کیا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا جنت کا لُج روانہ ہو گئی اور سلیمان صاحب نے پہلے فیکٹری جانا تھا پھر اپنے کلینک۔۔۔۔۔ غرض سلیمان منزل کے میکن مصروف رہتے تھے۔۔۔

زل اب کافی سنبھل چکی تھی بلیک سوٹ پہنے سنہرے بالوں کو پونی میں قید کیے ریڈ لپسٹک لگائے پاؤں میں بلیک ہیملز پہنے وہ آفس کے کوریڈور میں چل رہی تھی۔ وہ بہت جلدی آفس آگئی تھی اس لئے ابھی بہت سے ورکرز وہاں پر نہیں تھے وہ اپنے آفس کی طرف گئی تو وہاں ٹیبل پر ایک فائل رکھی ہوئے تھی۔ زل نے اسے نظر انداز کر دیا تھا اب اس نے لیپٹاپ کھولا تو بہت سے میلز آئی ہوئی تھیں اس نے باری باری میلز چیک کیں تو سب میں ایک ہی سطر تھی

"اپنے ورکرز پر نظر رکھیں۔۔۔۔۔ آپ کا خیر خواہ"

زل اس سطر کو دیکھ کر بے زار ہوئی اس نے لیپ ٹاپ کی اسکرین گرا دی پھر کچھ سوچتے ہوئے اپنے سامنے رکھی فائل اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا جب کسی کی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے ہوئے اس نے داخلہ دروازے کی طرف دیکھا جینز شرٹ پہنے پاؤں میں سفید جو گرز پہنے بالوں کو ماتھے پر گرائے لا پرواہ حلیے والا شاہزیب دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا پھر چلتے ہوئے اس کے سامنے آکر رکا۔

زل چند لمحے بغیر پلکیں جھپکائے اسے دیکھتی رہی دل کی دھڑکنیں سست ہوئیں اور پھر یہ لمحہ بیت گیا دھڑکنیں معمول پر آئیں اس سوالیہ ابرو اچکائے چہرے پر سنجیدگی نمایاں تھی۔ وہ آگے بڑھا اور اسکے سامنے کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اسکی آنکھوں کی چمک کافی گہری تھی وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے پر مجبور ہو گئی تھی ان آنکھوں میں اداسی کا سمندر تھا کیوں آئے ہو تم؟ ہیزل براؤن آنکھیں اسکے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔ تمہیں بلانے آیا ہوں اس نے کہتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا کارڈ ٹیبل پر رکھا اور تھوڑا سا آگے سر کا یا "پہلی آرٹ ایگزیشن ہے میری" اسکا لہجہ اداس تھا "مبارک ہو"

تم آؤ گی؟ آنکھوں میں حسرت، امید، آس کیا تھا جو نہیں تھا دوسری جانب سے خاموشی رہی تو وہ دوبارہ بولا "دوست صرف مبارک نہیں دیتے" "تم مجھے مت یاد کرو یا کرو کہ ہم کبھی دوست تھے خود سے نفرت ہونے لگتی ہے مجھے کہ میں زندگی کے اتنے برس ایک دھوکے باز کی بیسٹ فرینڈ بن کر گزارتی رہی" اس کے لہجے میں بے بسی غصہ تھا "میں نے تمہیں دھوکہ نہیں دیا تھا زمل تم نے مجھے کبھی صفائی کا موقع ہی نہیں دیا۔ کم سے کم ایک بار سن لیتی میری قتل کے مجرم کو بھی صفائی کا موقع دیا جاتا ہے میں نے کم سے کم قتل تو نہیں کیا تھا نا۔" "ہاں! تم نے قتل نہیں کیا تھا میری خوشیوں کو آگ لگا دی تھی، بھرے مجمعے میں میرا تماشا بنا دیا تم نے میرے نام کے آگے دی منحوس کا ٹائٹل لگایا، میرا مان توڑا تھا، بس دوستی کے نام پر دشمنی کی مہر لگائی تھی تم نے، اور تم نے کیا ہی کیا تھا؟ اس سے بہتر تھا تم قتل کر دیتے کم سے کم دنیا کی عدالت میں تم سزا کے حقدار تو ہوتے وہ بے بسی بھرے غصے میں دبا دبا چیخ رہی تھی

"سزا تو تم بھی دے رہی ہو" اس کے چہرے پر شرمندگی تھی  
 "میں کون ہوتی ہوں کسی کو سزا دینے والی" اس نے کرسی پر ٹیک لگاتے ہوئے کہا  
 وہ لمحہ لمحہ ریت کی مانند بکھر رہا تھا

"شاہزیب میری تم سے ایک ریکویسٹ ہے مانو گے؟"

"ہاں! بولوریکوسٹ کیوں تم حکم کرو"

وہ پر جوش تھا وہ جو بھی کہے گی شاہزیب یزدانی مانے گا وہ ہمیشہ سے مانتا تھا  
 "میرے سامنے نہ آیا کرو پلیز اگر کبھی میں نظر آ بھی جاؤں تو رستہ بدل لیا کرو" اس کے لہجے میں واقعی  
 منت کا انداز تھا

اور پھر شاہزیب یزدانی کی ہر امید ختم ہوئی وہ جو لمحہ لمحہ بکھر رہا تھا ایک پل میں ٹوٹ کر رہ گیا۔ اسکے  
 سارے الفاظ ختم ہو گئے تھے۔ اس نے کچھ کہنے کو لب کھولے لیکن الفاظ کی موت ہو چکی تھی اثبات میں  
 سر ہلا کر اسے تسلی دی اور اٹھ کھڑا ہوا پھر اس پر ایک آخری نظر ڈال کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے  
 آفس سے باہر نکل گیا۔ اسے آج پتہ چلا تھا کہ کئی بار گناہ اتنے بڑے نہیں ہوتے بس سزائیں طویل اور  
 کٹھن ہو جاتی ہیں۔ وہ وہاں سے چلا گیا تھا اور کبھی نہ آنے کے لئے گیا تھا  
 زمل جانتی تھی کہ اب وہ کبھی نہیں آئے گا اسے اسکی کہی ہر بات ماننی آتی تھی چاہے وہ خود کتنی تکلیف سے  
 گزرے وہ زمل کی مانے گا وہ بھی اداس تھی لیکن وہ تو تین سال سے اداس تھی کچھ اداسی شاہزیب یزدانی  
 کے حصے میں بھی تو آئے

زمل کام میں مصروف ہو گئی تھی وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتی تھی خود کو کام میں مصروف کر لیتی تھی اور  
 مصروفیات کئی بار دکھ بانٹنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں لیکن اس بار وہ کام نہیں کر پار ہی تھی کچھ ہی دیر  
 میں وہ جھنجھلا گئی تھی پھر آنکھیں موندے اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی

بند آنکھوں کے پار ایک منظر ابھر تھا

یہ تین سال پہلے کا واقعہ ہے وہ واقعہ جس کی وجہ سے زل اور شاہزیب کے بیچ ایک سرد دیوار کھڑی تھی زل سلور رنگ کے بھاری کام والے جوڑے میں ملبوس ڈریسنگ مرر کے سامنے بیٹھی تھی بھاری زیور پہنے ہوئے تھی ہاتھوں پر مہندی لگی ہوئی تھی پیچھے ایک میک اپ آرٹسٹ اس کے بھاری دوپٹے کو سیٹ کر رہی تھی اس نے آئینے میں اپنے عکس پر نظر ڈالی وہ انتہا کی حسین لگ رہی تھی ایسا لگتا تھا آسمان سے اتری ہوئی کوئی اسپر اہویا پھر کسی ریاست کی ملکہ۔۔۔۔۔ ملکہ تو وہ تھی۔۔۔۔۔ بے تاج ملکہ۔

اس کی نثریں آئینے میں موجود اپنے عکس پر مرکوز تھیں جب عائنے میں دروازہ کھلتا ہوا نظر آیا وقار فاروقی نیلا دھاری دار ٹو پیس پہنے اندر داخل ہوئے وہ آج اچھے لگ رہے تھے۔ زل کے پاس رکھی کرسی پر آکر بیٹھے اور مسکرائے اور پھر میک اپ آرٹسٹ کو باہر بھیج دیا "شاہزیب لوگ آئے نہیں ابھی تک سارے مہمان آگئے ہیں اور انتظار کر رہے ہیں" ان کے چہرے پر اضطراب کی ہلکی سی لکیریں واضح تھیں "میں فون کرتی ہوں" اس نے ہاتھ میں پکڑے فون پر لمبی انگلیوں سے ایک نمبر ڈائل کیا اور پھر فون کان سے لگایا لیکن جواب نہ دار د تھا

"اٹھا نہیں رہا" اب کہ زل نے بھی پریشانی سے دیکھا "آجاتے ہیں میں باہر مہمانوں کو دیکھ لوں" وہ بظاہر مسکراتے ہوئے گئے تھے لیکن دل میں بے چینی نے جنم لے لیا تھا

آج شہر کے تمام امیر کبیر لوگ آئے ہوئے تھے سب کو آج صرف منگنی کے بارے میں خبر تھی لیکن آج منگنی کے ساتھ نکاح بھی تھا یہ وہاں پر آئے تمام لوگوں کے لئے سر پرانز تھا۔



کچھ دیر میں مہمانوں کے آنے کا شور مچا تو زمل کو کچھ تسلی ہوئی اور اب کے وہ خود کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔ لیکن باہر پورے گھر کو جہاں پھولوں اور بتیوں سے سجایا گیا تھا وہیں پر ایک کونے پر اسٹیج بنایا گیا تھا اور گھر کے باہر لان میں میں شاید پورا شہر بلایا گیا تھا۔ آخر وقار فاروقی کی اکلوتی بیٹی کی منگنی تھی کیسے نہ بلاتے پورے شہر کو۔ مہمان اندر آرہے تھے لیکن ان کے ساتھ دلہا کہیں بھی موجود نہیں تھا۔ وقار فاروقی شعیب یزدانی اور ان کی بیوی کے ٹھنڈے برف تاثرات دیکھ کر ٹھٹھکے تھے۔

زمل اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس آئی۔ اس کی نظریں شاہزیب کو ڈھونڈ رہی تھیں لیکن وہ کہیں نہیں تھا پھر زمل کی آنکھوں نے ایسا منظر دیکھا کہ گلے میں گڑھیں پڑنے لگیں کچھ غلط ہونے کا احساس اسے ہو چکا تھا۔ لیکن جس چیز نے اس کو پوری طرح ہلایا تھا وہ لان میں نظر آتا منظر تھا۔

شعیب یزدانی وقار فاروقی کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے تھے زمل اپنے کمرے سے باہر نکلی پھر لان میں چلی گئی ایلٹ کلاس کی تمام عورتوں کو گوسپیس کے لئے نیا ٹاپک مل گیا تھا بھانت بھانت کی آوازوں کا دم توڑتی، چہ گونیاں سنتی، وہ اپنے باپ کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں ایک چھوٹا سا مجمع لگ چکا تھا اور پھر وہ شعیب یزدانی کے عین سامنے کھڑی ہوئی

کالے بادل آسمان پر چھا گئے تھے اور ہوائیں تیز ہونے لگیں۔

"انکل شاہزیب کہاں ہے؟" اس کی آواز کی کپکپاہٹ واضح تھی

"بیٹا آئی ایم سوری وہ صبح سے غائب ہے" شعیب یزدانی زمل کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے

"ک۔۔۔۔۔ کیا۔۔۔۔۔ مطلب غائب ہے۔۔۔۔۔ یہ شادی اسی کی مرضی سے ہو رہی ہے

نا۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ ک۔۔۔۔۔ کیسے جاسکتا ہے ایسے" اسکے آنسو و پلکوں کی بار توڑتے رخسار کو نم

کر گئے۔ وہ کبھی کسی کے سامنے نہیں روئی تھی لیکن آج آنسو بے اختیار ہو گئے تھے لیکن آج اسمان نے اسکا بھرم رکھ لیا تھا بارش ایک دم تڑا تڑ سے برسنے لگی

"زل اسے معاف کر دو" زینت بیگم اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے نرمی سے بولیں  
زل کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے لیکن چہرے پر موجود بارش کے قطروں نے کیا راز رکھا تھا اسکا  
چہرہ سپاٹ تھا اور آنکھیں سرخ اس نے ایک جھٹکے سے ان کا ہاتھ ہٹایا  
"زل فاروقی معاف نہیں کرتی اسے بتا دیجئیے گا" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی آواز لرز رہی تھی لیکن  
گردن اٹھی ہوئی تھی۔

زینت بیگم نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کہتی وقار فاروقی دل پر ہاتھ رکھے  
لان کی نرم گھاس پر گرے تھے۔ سب کی نظریں ان پر تھی زل ساکت ہو گئی تھی کان سانس سانس کر  
رہے تھے اور وجود ہلنے سے انکاری۔

زل نے آفس میں بیٹھے ہوئے اپنی آنکھیں کھول دی تھیں اس کے آنسوؤں سے رخسار بھیگ چکے تھے۔  
اگلا منظر آنکھوں کے سامنے لہرایا وہ سلور بھاری جوڑے میں ہاسپٹل کے کوریڈور میں کھڑی تھی میک اب  
اتر چکا تھا بھاری دوپٹہ ندارد۔۔۔ وہ بکھری ہوئی حالت میں ایسی ملکہ لگ رہی تھی جس کی سلطنت لٹ چکی  
ہو، جسکا تخت الٹ دیا گیا، ہو جس نے اپنا سب کچھ ایک ہی دن میں ہاڑ دیا تھا وقار فاروقی کو ہارٹ اٹیک آیا  
تھا ان کے ساتھ ہی ہاسپٹل میں کچھ لوگ کھڑے تھے  
"وقار صاحب کو تو بیٹی کا غم ہی کھا گیا"  
"مجھے تو لگتا زل کے مغرور اور بد تمیز ہونے کی وجہ سے لڑکا چلا گیا"

"اب ہر کوئی تو نہیں برداشت کرے گا نا اس جیسی لڑکی کو"  
 "ہو بھی سکتا لڑکے کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہو شاید یہ لڑکی ہی منحوس ہے"  
 اس طرح کی کئی آوازیں اس کے کانوں کو چیر رہی تھیں  
 زل نے آنکھیں کھول دیں اس کے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے  
 پھر اس نے خود سے پوچھا کیا زل اسے معاف کر سکتی ہے "نہیں زل معاف نہیں کرتی" دل کو بولنے کا  
 موقع ہی نہ ملا دنائغ نے فوراً جواب دے دیا۔

یہ ایک ٹھنڈا کمرہ تھا مکمل طور پر سفید، جس کا فرش سیاہ تھا اور کمرے میں ایک اور رنگ جو کسی بھی انسان  
 کو پر سکون کرنے کے لئے کافی تھا وہ تھا سبز، سبز رنگ کے مختلف طرح کے اینڈر پودے اس کمرے کی  
 خوبصورت بنانے کے لئے کافی تھے۔ وہ اس وقت سفید تھری سٹر صوفے پر بیٹھی تھی اور اس کے سامنے  
 سلیمان صاحب سنگل صوفے پر چہرے پر بشارت لئے بیٹھے تھے یہ ان کا کلینک تھا جو ان کی طرح  
 پر سکون، ہلکا پھلکا تھا۔  
 BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیسی ہوزل" وہ مسکراتے ہوئے بولے یہ مسکراہٹ ان کے چہرے کا حصہ تھی  
 "میں ٹھیک نہیں ہوں" اس کے انداز کی تھکن واضح تھی  
 سلیمان صاحب گہری سانس لیتے ہوئے اٹھے اور اسی کمرے کے ایک کونے کی طرف چل دئے جہاں کافی  
 میکر تھا اب وہ کافی بنا رہے تھے لیکن توجہ کی مرکز زل تھی۔

"میں جہاں تین سال پہلے تھی۔۔۔۔ میں پھر سے وہیں پر آگئی ہوں۔۔۔۔ مجھے وہ آوازیں پھر سے ڈرانے لگی ہیں۔ میں کیا کروں اس کے ہاتھ گود میں پڑے تھے اور وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی"

"میں جب بھی اسے دیکھتی ہوں میرے کانوں میں لوگوں کے طنز بھری سرگوشیاں شور مچانے لگتی ہیں، میں تھک گئی ہوں اس دنیا سے لڑتے لڑتے۔۔۔۔۔ میں خود سے لڑتے لڑتے بھی تھک گئی ہوں۔۔۔۔۔ میں کسی ایسی جگہ جانا چاہتی ہوں جہاں صرف میں ہی میں ہوں"

وہ بول رہی تھی اور وہ بغور سن رہے تھے اب وہ کافی کاگ پکڑاتے ہوئے دوبارہ سنگل صوفے پر بیٹھے کمرے میں اب کافی بینز کی ہلکی سی خوشبو پھیل گئی تھی۔

یہ مکمل طور پر نارمل رویہ ہے انسان ایسے لوگوں سے دور ہونا چاہتا ہے جو ایک وقت میں اس کے لئے تکلیف کا باعث بنے۔ انسان کا کچھ دن ایسا رہنا نارمل ہے لیکن تین سال ایک لمبا عرصہ ہے اگر آپ مود آن نہیں کر پائے تین سال میں تو تمہارا ٹرامپرا سس نہیں ہوا۔ تم ظاہری طور پر تین سال سے جبکہ بچپن سے اپنے ٹرامپرا سے لڑ رہی ہو حالانکہ اس کو پراسس کرنا ہے

"مجھے لوگوں کی باتیں نہیں بھولتی۔۔۔۔۔ بچپن سے کچھ باتیں مجھے اندر سے کھوکھلا کر رہی ہیں" وہ سر جھکائے بیٹھی تھی ہاتھوں پر نظریں مرکوز کئے لبوں کے ایک کونے کو کاٹتی وہ اپنی شکست قبول کر رہی تھی

"کن لوگوں کی باتیں نہیں بھولتیں؟ زمل یقین کرو جن کے پاس گوسپس کے لئے کل تم تھی آج کوئی اور ہے پھر کل کوئی اور ہو گا۔۔۔۔ لوگوں کے لئے ہم اتنے خاص نہیں ہوتے کے پوری زندگی ہمیں ہی گوسپس کا مرکز بنا کر رکھیں یہ لوگ تو خود بھول جاتے ہیں آپ کو۔۔۔۔ آپ بھی بھول جائیں ان کی باتوں کو" ان کا نرم لہجہ اس کے دل پر اثر کر رہا تھا



"میں اپنے ٹراما کو کیسے پراسیس کروں" وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی ہیزل براؤن آنکھوں میں کئی سوال تھے

"ٹراما کا تعلق کہیں نا کہیں ہمارے بچپن سے ہوتا ہے لیکن تم نے مجھے کبھی اپنا بچپن نہیں بتایا جب تک ہم تمہارے پچھلے ٹاما کو پراسیس نہیں کر لیتے ہم آگے نہیں بھر سکتے بار بار پوائنٹ زیر و پر آجائیں گے زل کے گلے میں گٹی ابھر کر معدوم ہوئی

"ک۔۔۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ ہوا تھا" اس کی آواز کی کپکپاہٹ واضح تھی

سلیمان صاحب نے ٹھنڈی سانس بھری

"زل جب تم مجھ سے چھپانا ختم کرو گی میں تب تمہارے لئے کچھ کر سکوں گا اپنے لئے پہلا قدم تم نے خود ہی اٹھانا ہے کوئی تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا کوئی بھی نہیں" وہ نرم لہجے میں سمجھانے والے انداز میں کہہ رہے تھے۔

Safar-e-Adab

زل کام کا زیادہ بوجھ ہونے کی وجہ سے واپس آگئی تھی لیکن آفس آتے ہی جویریہ نے اسے ایک چھوٹی سی ڈبیہ پکڑائی تھی جس پر گفٹ پیپر چڑھایا گیا تھا۔

زل اپنے آفس میں بے زاری سے اسے کھول رہی تھی لیکن گفٹ پیپر کو ہٹانے کے بعد ایک سفید ڈبیہ نظر آئی اور جب اس نے اس ڈبیہ کو کھولا تو اندر ایک سیاہ رنگ کی یو ایس بی تھی۔ زل نے چند لمحے اس یو ایس بی کو متجسس نظروں سے دیکھا اور پھر لیپ ٹاپ میں ڈال دیا۔

لیکن لیپ ٹاپ کی اسکرین پر دو ویڈیوز تھیں۔

زل نے ایک ویڈیو پر کلک کیا تو یہ ویڈیو سی سی ٹی وی کیمرہ سے لی گئی تھی۔ یہ شام کا وقت تھا۔ سنسان خالی سڑک پر ایک سفید گاڑی دور رہی تھی۔ اچانک اس سفید گاڑی کے سامنے ایک سیاہ گاڑی آکر رکی سفید گاڑی بھی ایک دم رکی پھر سیاہ گاڑی میں سے چند افراد جنہوں نے چہرے پر ماسک وغیرہ لگائے تھے سفید گاڑی کی طرف بڑھے بھاری جسامت والے افراد جنہوں نے ہاتھوں میں پستول پکڑی تھی۔ ان میں سے ایک آدمی نے سفید گاڑی کا شیشہ بجایا تو اندر بیٹھے شاہزیب یزدانی نے کپکپاتے ہاتھوں سے دروازہ کھولا لیکن جیسے ہی وہ باہر نکلنے لگا کسی نے اس کے ماتھے پر پستول کا دستہ مارا اور اسے گھسیٹتے ہوئے سیاہ گاڑی میں بٹھایا۔

شاہزیب یزدانی سیاہ شیروانی میں ملبوس بالوں کو جیل کی مدد سے پیچھے کو جمائے زرا مختلف نوعیت کا تیار ہوا تھا اب کسی نے اس کے ناک پر رومال رکھا تو وہ جو مزاحمت کر رہا تھا وہ رک چکی تھی۔ آفس میں بیٹھی زل کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آنکھیں جیسے حقیقت کا روپ برداشت نہ کرتے ہوئے پھٹ رہی تھیں۔ ناجانے کیوں آج کل وہ جتنا اپنے ماضی سے بھاگ رہی تھی ماضی اتنا ہی اسکے سامنے آکر چیخ رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اب اس نے دوسری ویڈیو پر کلک کیا تو یہ ایک میسج تھی نیم اندھیرے میں کمرے کے وسط میں ایک کرسی پر شاہزیب یزدانی بیٹھا تھا اس کے ہاتھوں کو کرسی کی پشت سے پیچھے کو لا کر باندھا گیا تھا اور اب وہ ہاتھوں کو کھولنے کی ناکام کوششیں کر رہا تھا اس کے منہ پر ٹیپ چپکائی گئی تھی اور وہ کچھ بول رہا تھا لیکن آواز نہیں آرہی تھی۔

زل اپنے آفس میں بیٹھی رو رہی تھی اگر زل کو یہیں چھوڑ کر ہم شاہزیب یزدانی کے کمرے میں دیکھیں تو وہ خود ڈریسنگ مرر کے سامنے سرمئی دھاری دار ٹوپس پہنے بالوں کو جیل کی مدد سے پیچھائے کو جمائے

آج معمول سے زرا مختلف لگ رہا تھا۔ لیکن چہرے پر ادا سی معمول سے کچھ زیادہ تھی۔ اگر کسی انسان کا پوری دنیا میں صرف ایک ہی دوست ہو اور وہ بھی اس کی کامیابیوں میں اس کے ساتھ نہ ہو تو تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کا دکھ کیا ہو گا۔

آئینے میں کھڑا اپنے عکس پر نظریں جمائے ہوئے تھا  
 "کیا وہ آئے گی" وہ اپنے عکس سے پوچھ رہا تھا  
 "نہیں وہ معاف نہیں کرتی" آئینے میں ایک انسان ابھرا جو شاہزیب کا قصل تھا لا پرواہ حلیہ، بکھرے بال  
 ایک آرٹسٹ اسے حقیقت سے آگاہ کر رہا تھا  
 "مجھے تو کر دے میں تو اس کا دوست تھا نا" ٹوپیس میں ملبوس شاہزیب نے اپنے لئے رعایت مانگی تھی  
 "اور تم نے کیا کیا اس کے ساتھ" آرٹسٹ نے اس کے سامنے پھر سے سچ رکھا تھا  
 "میرے سے غلطی ہوئی تھی" بنا سنورا انسان بکھری ہوئی حالت والے سچے عکس دلیل دے رہا تھا  
 "اب اس غلطی کی سزا ساری زندگی بھگتو دھوکے باز" یہ اس بے اندر کی ملامت تھی یا گلٹ جو اسے جینے  
 نہیں دے رہا تھا؟

"میں نے کوئی دھوکہ نہیں دیا"

"اسے تو یہی لگتا ہے نا؟" لا پرواہ آرٹسٹ کا عکس تحلیل ہوا اب آئینے میں جو عکس تھا وہ کسی دھاری دار  
 ٹوپیس میں ملبوس سلیرٹی کا تھا۔

وہ آئینے میں کھڑا خود کو غائب نظروں سے دیکھ رہا تھا جب اس کے فون پر ایک گھنٹی بجی تو وہ اپنے فون کی  
 طرف متوجہ ہوا۔

دوسری جانب سے کچھ کہا گیا، جس کے جواب میں "ہاں میں آ رہا ہوں" کہتے ہوئے اس نے کمرے سے باہر قدم رکھے اور اب وہ کچھ ہی دیر میں اپنی آرٹ گیلری میں موجود ہو گا۔

ہیزام سلیمان اپنی گاڑی میں بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کے ساتھ جنت سلیمان بیٹھی تھی۔  
 "بھائی کیا میں واقعی شاہزیب یزدانی کو دیکھوں گی؟" وہ گاڑی میں بیٹھی پر جوش سی ہیزام کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"بھئی شاہزیب یزدانی ہے کوئی بھوت تو نہیں" ہیزام نے اپنے سٹریلے لہجے میں جواب دیا۔  
 "بھائی آپ کو پتا ہے وہ آپ سے بھی زیادہ ہینڈ سم ہیں" جنت ہیزام کو دیکھتے ہوئی مسکراہٹ دبائے بولی۔  
 "تو اسے بھائی بنا لو میری تو ویسے ہی کوئی قدر نہیں" وہ سامنے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کر رہا تھا اور ساتھ کن اکھیوں سے جنت کو دیکھ رہا تھا۔  
 "اللہ نہ کرے" جنت کا انداز ایسا تھا جیسے ہیزام نے کوئی بہت بڑی غلط بات کی ہو۔  
 ہیزام تو اسے دیکھ کر رہ گیا۔  
 "شرم کر لو اپنے بھائی کے سامنے کسی اور لڑکے کے بارے میں بات کر رہی ہو" وہ جتاتے ہوئے لہجے میں بولا لیکن انداز دوستانہ تھا۔

"او فوہ! بھائی وہ سلیرٹی ہیں اور سلیر بیٹیز بھائی نہیں کرش ہوتے ہیں"  
 "استغفار کی تسبیح کیا کرو تا کہ اللہ تمہیں ہدایت دے ویسے اُسے صرف تم ہی سلیرٹی مانتی ہو" اس نے جیسے اطلاع دی۔

"چپ کریں آپ" اب وہ مصنوعی ناراضگی دکھاتے ہوئے بولی۔

آرٹ گیلری میں قدم رکھے تو کئی روشنیوں نے اسکو خوش آمدید کہا وہ لوگوں کے جم غفیر کو دیکھتا آگے بڑھ رہا تھا کچھ لوگ آتے اس سے بات کرتے سیلفی بنواتے اور چلے جاتے، وہ لوگوں کے ہجوم میں سے مسکراتا ہوا گزر رہا تھا اور اب اس نے ایک آفس روم میں جانا تھا لیکن تین لگوں نے گھیر لیا۔  
 "ہیلو آرٹسٹ!" عقب سے آتی آواز پر شاہزیب رک گیا اور پھر مسکراتے ہوئے مڑا۔

"کیسے ہو؟" ان تینوں میں سے درمیان والے نے پوچھا  
 "تم لوگوں کے سامنے" شاہزیب یزدانی نے ان کے بازو پھیلاتے ہوئے کہا اور پھر بازو سمیٹ کر سینے پر باندھ لئے۔

"تم تو ٹھیک ہو تمہاری سیویئر نظر نہیں آرہی؟" دانش کمینی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بولا تھا۔  
 شاہزیب کی مسکراہٹ دھیمی ہوئی یہ تینوں شاہزیب کے کلاس فیلوز تھے اور کالج میں جب بھی کوئی شاہزیب کو بلی کر تا تو زمل اس سے لڑنے پہنچ جاتی اس لئے وہ اس کی سیویئر کے نام سے مشہور تھی۔  
 شاہزیب کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"ارے میں نے سنا تم نے اسے دھوکہ دیا ہے" اب دانش کے ساتھ کھڑا لڑکا بولا تھا۔  
 "ویسے یار بہت کمینہ ہے تو، شرم نہیں آئی اپنی سیویئر کو چیٹ کرتے ہوئے" اب کی بار دانش نے دوبارہ کہا  
 تھا باقی دونوں بھی مسکرائے تھے شاہزیب کے چہرے کا رنگ سفید ہو رہا تھا ہو ہتھیلیوں پر پسینہ آرہا تھا۔  
 شاہزیب کچھ بولتا اس سے پہلے اپنے عقب سے ایک آواز آئی یہی وہ آواز تھی جو شاہزیب یزدانی کی ڈھارس تھی۔

"کس نے کہا کہ شاہزیب نے مجھے دھوکہ دیا" زمل بلیک سکرٹ پر سفید منی کوٹ پہنے بالوں کو آسٹریٹ کمر پر چھوڑے ہائی سیلرز پہنے مسکراتے ہوئے بات کر رہی تھی۔ وہ تینوں لڑکے ہکا بکا اسے دیکھ رہے تھے۔

"میں اور شاہزیب بچپن کے دوست ہیں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے ناراض نہیں ہوتی شاہزیب نے مجھے کوئی دھوکہ نہیں دیا یہ ایک مس انڈر سٹینڈنگ تھی"

وہ با اعتماد انداز میں بول رہی تھی ان تینوں لڑکوں پر رعب سا تھا جو طاری ہو رہا تھا وہ ان تینوں کا ہکا بکا چھوڑے شاہزیب کا ہاتھ پکڑے چل رہی تھی شاہزیب حیران بھی تھا اور خوش بھی۔

"تو کیا میں راستہ بدل لوں" وہ زل کے کان کے پاس جھک کر بولا۔

زل نے ہاتھوں کا مکا بنا کر اس کے بازو پر مارا تو وہ ہنس پڑا۔

"تم نے بتایا کہوں نہیں" اب وہ سنجیدگی سے اسی مخاطب ہوئی

"تم نے موقع کب دیا؟" شاہزیب کے انداز میں ڈھیروں اداسی تھی

"خیر جو ہوتا اس میں کچھ نہ کچھ بہتری ہی ہوتی ہے" زل ہلکے پھلکے انداز میں بولی

"ہاں بھئی تین سال نا کردہ جرم کی سزا بھگتی ہے کچھ بہتر ہی ہو گا اس میں" شاہزیب نے جلے کٹے انداز میں جواب دیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ایسے کہہ رہے ہو جیسے میں نے دی تھی"

"اور کیا میری کسی گرل فرینڈ نے تو نہیں دی تھی"

"اچھا بکو اس بند کرنے کا کیا لو گے؟" زل نے ابرو سوا لیہ اٹھا کر شان بے نیازی سے پوچھا

شاہزیب نفی میں سر ہلاتا ہوا مسکرایا



ہیزام سلیمان جنت کے ساتھ آرٹ گیلری میں داخل ہوا۔ دیواروں پر کئی پینٹنگز لگی تھیں جن کے سامنے لوگوں کا رش تھا جنت پینٹنگز کو دیکھ رہی تھی اور ہیزام کی نظریں کسی کو ڈھونڈ رہی تھی اسے یقین تھا کہ وہ ضرور آئی ہوگی۔ اسے زیادہ تگ و دو نہیں کرنی پڑی زل سامنے ہی شاہزیب یزدانی کے ساتھ کھڑی بات کر رہی تھی۔

ہیزام اسے دیکھ کر مسکرایا تھا پتہ نہیں یہ کیسی مسکراہٹ تھی جس نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا تھا ہیزام کی سرمئی آنکھیں زل پر مرکوز تھیں باقی دنیا اضافی تھی، کم از کم ہیزام کے لئے۔

زل نے بات کرتے ہوئی کسی کی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے ہوئے ہیزام کی طرف دیکھا تو مسکرائی پھر قدم قدم چلتی ہیزام کی طرف بڑھی۔

ہیزام اسے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہا تھا وہ متوازن، بارعب چال چلتی اس کے سامنے آکر کھڑی ہوئی چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی

BEING THE STRING OF YOUR TITLE

"وٹ آپلیزنٹ سرپرائز! آپ کی یہاں موجودگی کی توقع نہیں تھی مجھے" ہیزام مسکراتے ہوئے بول رہا تھا

"مجھے بھی آپ کی موجودگی کی توقع نہیں تھی" زل کا لہجہ نرم تھا۔

"خیر اچھی لگ رہی ہیں آپ" ہیزام اسے سر تا پیر دیکھ کر مسکرایا

"میں نے آپ سے پوچھا نہیں" زل کی مسکراہٹ دھیمی ہوئی اور چہرے پر ہلکے سے غرور کی جھلک دکھی۔

ستائش ہوتی ہی ایسی ہے کسی بھی زی روح کو غرور میں مبتلا کر دے۔

"میں نے سوچا شاید پوچھ لیں" وہ ہاتھ سے تھوڑی کھجاتے ہوئے بول رہا تھا ہونٹوں پر نرم سا تبسم اور چہرے پر معصومیت، کیا وہ اتنا معصوم ہے؟

"میں آپ سے کیوں پوچھوں گی؟" زمل نے ابرو سوالیہ انداز میں اٹھا کر پوچھا  
 "کیونکہ میں ہیزام سلیمان ہوں" آہ انداز میں کیا شان بے نیازی تھی  
 "تو کیا ہر لڑکی کی تعریف کا ٹھیکا" ہیزام سلیمان "نے لے رکھا ہے؟"  
 ہیزام اس کی بات پر کھل کر مسکرایا

"ویسے میں ایک شریف خاندان کا شریف اور معصوم بچہ ہوں" وہ سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے بولا  
 "آپ کا خاندان تو شریف ہو سکتا ہے آپ کی شرافت اور معصومیت پر شک ہے مجھے" زمل ہنسی دباتے ہوئے بولی۔

وہ ایک بار پھر کھل کر ہنسا تھا  
 زمل بھی مسکرائی تھی  
 ہیزام نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے۔ جب ایک چالیس پچاس سال کے قریب ایک سوٹڈ بوٹڈ آدمی ان کے قریب آیا۔

"ہیلو زمل فاروقی کیسی ہو" اس آدمی کا انداز طنزیہ تھا، چہرے پر مسکراہٹ تمسخرانہ تھی۔  
 زمل کی مسکراہٹ سنجیدگی میں تبدیل ہوئی اور چہرہ سپاٹ ہوا  
 "مسٹر پرفیکٹ کیسے ہیں آپ" اسکا انداز بھی اتنا ہی طنزیہ اور سخت تھا  
 انہوں نے اثبات میں سر ہلایا

"آپ کو تین سال پہلے کی میٹنگ یاد ہوگی" انہوں نے جیسے کچھ باور کروانہ چاہا۔  
 "جی بالکل یاد ہے کیسے بھول سکتی ہوں میں" زمل نے اثبات میں سر ہلایا

"بھولنا بھی نہیں چاہیے آپ کا اتنا نقصان جو ہوا تھا" ان کے لہجے کی تضحیک واضح تھی  
 "میرا نقصان تو بھر گیا تھا آپ اپنی فکر کریں اب" زمل نے بھی چیلنج دیتی نظروں سے دیکھا اور انہوں نے  
 اثبات میں سر ہلا کر چیلنج جیسے قبول بھی کیا ہو۔  
 ہیزام ان دونوں کے درمیان خاموش کھڑا تھا۔  
 چلیں پھر آپ انجوائے کریں وہ ہیزام پر ایک بھرپور نظر ڈال کر چلا گیا۔

"یہ کون ہے؟" ہیزام اس آدمی کی پشت دیکھتے ہوئے بولا  
 "تم میرے معاملات سے دور رہو" زمل اب غصے میں بولی تھی۔ کہاں کا غصہ وہ کہاں نکال رہی تھی۔  
 ہیزام نے ٹھنڈی آہ بھری

جنت سلیمان ایک پینٹنگ کے سامنے محو سی کھڑی تھی۔ یہ تصویر سب سے مختلف تھی اور شاید شاہزیب  
 یزدانی کی بنائی ہوئی سب سے بہترین تصویر تھی وہ جسے ماسٹر پیس کہا جاسکتا ہو۔ یہ ایک زخمی تتلی کی تصویر  
 تھی جو کہ ایک سفید پھول پر بیٹھی تھی تتلی کا ایک پنکھ ٹوٹا ہوا تھا اس کے اندر صرف سیاہ اور ہلکا سرمئی  
 رنگ بھرا گیا تھا تصویر میں صرف تین ہی رنگ تھے جنت اس تصویر میں کہیں کھوسی گئی تھی یہ تصویر جنت  
 کو کسی دوسری دنیا میں لے گئی تھی۔

رات سارے میں پھیل چکی تھی ہیزام اپنے کمرے میں لپ ٹاپ کی کھلی سکرین پر کھٹاکھٹ کچھ ٹائپ  
 کرتے ہوئے نظر آ رہا تھا۔

جب دروازے پر دستک ہوئی۔

"آجاؤ جنت" ہیزام اپنے نرم لہجے میں بولا تو جنت سلیمان کمرے میں داخل ہوئی

"آپ کو کیسے پتا تھا میں ہوں؟"

"کیونکہ آج تمہارے پیٹ میں باتیں جو بہت ہوں گی"

وہ تو ہے آپ کو پتہ ہے میں نے شاہزیب یزدانی کی تین پینٹنگز خریدی ہیں

"تمہیں فضولیات کے علاوہ کوئی کام نہیں" وہ لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا

"بھائی میں نے آپ کو ایک بات بتانی ہے" وہ جیسے کچھ یاد آنے پر بولی

"ہاں بولو" وہ مصروف انداز میں بولا

"بھائی کل رات میں نے خواب دیکھا تھا"

"کیا؟"

"مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آئی" وہ الجھے ہوئے انداز میں بولی

"تو کیا تم نے مجھے نجومی سمجھ رکھا ہے جو میرے سے پوچھنے آئی ہو؟"

"میں نے ماما کو دیکھا تھا وہ کہہ رہی تھیں ہیزام کو کہو اس لڑکی کو نقصان نہ پہنچنے دینا اسکی حفاظت کرنا" وہ

اسکی پچھلی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی

ہیزام نے چونک کر اسے دیکھا

"اور۔۔۔ اور کیا کہا ماما نے؟"

"اور تو کچھ بھی نہیں کہا"

ہیزام نے اضطراب کے مارے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور گہری سانس لی

"آپ کو پتہ ہے کونسی لڑکی؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ مجھے نہیں پتا" ہیزام غیر مری نقطے کو دیکھتے ہوئے بولا

"تو پھر اب آپ کیا کرے گے؟"

"جب مائیں اس دنیا سے چلی جاتی ہیں نا تو اولاد جتنی بھی نافرمان ہو اسکی ایک خواہش ہوتی ہے کہ ایک دفعہ ہماری ماں ہمیں کوئی کام بولے یا ایک دفعہ ہمیں ڈانٹے۔ میں تو ماما کے ہوتے ہوئے بھی ماما کی بات نہیں ٹالتا تھا اب کیسے ٹال سکتا ہوں"

وہ نرم لہجے میں بول رہا تھا ایک ایک لفظ نرمی سے ادا کرتا لہجے میں اداسی کا عنصر نمایاں تھا

شاہزیب یزدانی اپنے گھر کے لاؤنج میں شعیب یزدانی اور زینت بیگم کے ساتھ بیٹھا تھا۔  
 "بھئی میں تو زمل کو وہاں دیکھ کر حیران ہی ہو گئی تھی"۔ زینت بیگم ابھی بھی حیران اور خوش تھیں۔  
 "ویسے وہ تو تمہاری شکل تک نہیں دیکھنا چاہتی تھی اب کیا ہوا؟" شعیب یزدانی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔  
 "پتہ نہیں شاید اسے کوئی خواب آئی ہو کہ شاہزیب یزدانی معصوم ہے" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

"اور تم نے مجیب درانی کو ایگزیکٹیشن پر کیوں انوائٹ کیا تھا؟ تمہیں پتا ہے زمل اور اس کے بیچ کے تنازعات کا"

"مجبب درانی؟ اوہ مسٹر پرفیکٹ!"

"جانتا ہوں لیکن میں نے نہیں اسے بلایا پتہ نہیں کس نے بلایا" اس نے کہتے ہوئے زینت بیگم کو دیکھا تھا

"بھئی میں کیوں بلاؤں گی اسے؟" زینت بیگم اس کی نظریں خود پر محسوس کرتی ہوئی حیران ہوتے ہوئے بولیں۔

"ماما میں نے کب کہا کہ آپ نے انوائیٹ کیا تھا اسے؟" وہ کہتے ہوئے اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا اس کے جانے کے بعد شعیب یزدانی زینت بیگم کو غصے سے دیکھ رہے تھے۔

"تم نے اسے کیوں بلایا تھا؟"

"اس میں کیا بڑی بات ہے۔۔۔۔۔ آپ کے لئے ہی تو بلایا ہے میں نے اگر ہم اس کے ساتھ تعلقات اچھے رکھیں گے تو اگلا پراجیکٹ آپ مجیب درانی کے ساتھ کریں گے اس میں آپ کا ہی فائدہ ہے" وہ مصنوعی ناراضگی دکھاتے ہوئے بولیں

شعیب یزدانی کے چہرے پر غصہ اب کم ہو چکا تھا لیکن ہنوز ویسے ہی زینت بیگم کو تک رہے تھے۔  
 "آپ کے لئے جتنا بھی کچھ کر لوں آپ کی شکی سوچ کبھی ختم نہیں ہوگی" وہ کن اکھیوں سے ان کو دیکھتے ہوئے بولیں

"اچھا اب موڈ ٹھیک کرو اپنا میں تم پر شک کیوں کروں گا" اب کی بار وہ بھی نارمل لہجے میں بولے

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس کے زہن کے پردوں پر ایک منظر ابھرا۔ یہ تب کی بات ہے جب شاہزیب یزدانی زمل کو انوائیٹ کرنے اس کے آفس گیا تھا۔  
 آفس سے نکلتے ہوئے اس کی آنکھیں اداس تھیں اس نے پینٹ کی جیب سے موبائل نکالا اور اس پر چند نمبر زڈائل کیے۔

اب وہ فون کان سے لگائے گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"ہیلو" کچھ ہی دیر میں ایک بھاری مردانہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اب وہ گاڑی میں بیٹھ رہا تھا

"ارسل مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے" شاہزیب چلتے ہوئے کہہ رہا تھا  
 "بولو" کانوں میں مصروف سی آواز ابھری  
 "میں چاہتا ہوں کہ وہ میری کامیابی پر میرے ساتھ ہو" شاہزیب گہری سانس بھر کر رہ گیا  
 "کام کیا ہے؟" وہ سخت لہجے میں بول رہا تھا  
 "وہ بغیر ثبوتوں کے مجھے معاف نہیں کرے گی تم کہیں سے بھی اسے ثبوت لا کر دکھاؤ تا کہ اسے یقین آ  
 جائے"  
 "ٹھیک ہے ڈیٹیلز بھیج دو ہو جائے گا کام۔۔۔۔۔۔ لیکن پے منٹ پہلے کرو" ارسل کی طرف سے کسی قسم  
 کی رعایت نہیں تھی۔  
 "بتاؤ کتنے پیسے چاہیے" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے کہا  
 "دولاکھ"  
 "دولاکھ؟ تمہارا دماغ خراب ہے چھوٹے سے کام کا میں تمہیں دولاکھ دوں؟" یگنیشن میں چابی گماتے  
 ہوئے وہ چونکا تھا  
 "جاؤ پھر خود ہی کر لو جو کرنا ہے۔۔۔۔۔۔ ویسے محبت کے لئے لوگ جانیں تک دے دیتے ہیں ایک تم ہو دو  
 لاکھ دیتے ہوئے موت پڑ رہی ہے" دوسری جانب سے سڑیلے لہجے میں کہا گیا  
 "ٹھیک ہے اپنی محبت کا صدقہ سمجھ کر دے دوں گا" شاہزیب گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔  
 "صدقہ دینے کے لئے غریبوں سے دنیا بھری پڑی ہے مجھے میرے کام کا معاوضہ دو" اور اس نے رابطہ  
 منقطع کر دیا۔

شاہزیب گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا



[illegible]



"میڈم یہ میزن (آدمیوں) کے لئے ہیں" ہیزام سلیمان اس کے پیچھے بنیسی نکالے ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا ایک شاپنگ بیگ اس نے بھی ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔

"ہیزام آپ میرا پیچھا کر رہے ہیں؟"

"نہیں نہیں میڈم اللہ معاف کرے میں ایسا نہیں ہوں جیسا آپ سمجھ رہی ہیں میں ایک شریف آدمی ہوں بس ہمارے راستے ٹکرا رہے ہیں" وہ نرم لہجے میں مسکراتے ہوئے شوخ انداز میں بولا

"آج کل آپ کے اور میرے راستے کچھ زیادہ ہی ٹکرا رہے ہیں" زمل سر اثبات میں ہلاتے ہوئے بولی۔  
"قسمت اچھے لوگوں کو اچھے انسان سے ملوانا پسند کرتی ہے"

زمل اب پرفیومز چھوڑے آگے کو چلنے لگی ہیزام بھی اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"ویسے آپ منگنی شدہ ہیں؟" ہیزام نے رازداری سے پوچھا

"نہیں"

ڈشادی شدہ ہیں؟"

"نہیں"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کوئی بوائے فرینڈ ہے؟"

زمل نے ایک سخت نظر اس پر ڈالی

"اچھا سوری میں بس پوچھ رہا تھا کہ آپ مین پرفیوم کیوں دیکھ رہی تھیں" وہ ہاتھ سرندڑ کرنے والے انداز میں اٹھاتے ہوئے بولا۔

"ہیزام سلیمان میں اپنے ڈیڈ کو گفٹ کر سکتی ہوں؟"

"ایڈی تسی چنگی اولاد" (اتنی آپ اچھی اولاد) وہ بس سوچ سکا کہ نہ سکا۔



"آپ کیسے جانتی ہیں"

"کیسی ہے یہ شرٹ؟" زمل نے اس سے پوچھا زندگی میں پہلی بار تھا جب زمل نے کسی کی رائے پوچھی تھی یہ دن تاریخ میں لکھا جانا چاہئے۔

ہیزام مسکرایا "بہت اچھی ہے" زمل دو تین اور شرٹس لئے کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہی تھی۔  
 "میرا پر اہلم یہ ہے کہ میں لوگوں کو بہت جلدی پہچان لیتی ہوں" زمل کاؤنٹر کے سامنے کھڑی اس کے پچھلے سوال کا جواب دے رہی تھی۔

"یہ پر اہلم تو نہیں ہے۔۔۔۔۔ ان فیکٹ یہ تو بہت اچھی بات ہے"  
 "پتہ نہیں میری اس انرجی کی وجہ سے میں لوگوں کے ساتھ ان کمفرٹیبل ہو جاتی ہوں"  
 "سمجھ سکتا ہوں" وہ سمجھنے والے انداز میں بولا

کچھ دیر بعد وہ دونوں مال سے باہر نکل رہے تھے۔ اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھتے ہوئے ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف مسکراہٹ اچھالی۔  
 اور پھر زمل کی گاڑی اسٹارٹ ہوئی کچھ ہی دیر میں زمل کی گاڑی نے رفتار پکڑ لی ہیزام بھی اپنی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔

زمل کی چہرے پر ایک نرم سا تبسم تھا ایک مسکان ہولے سے لبوں کو چھوتی اور پھر غائب ہو جاتی کیا ہم یہ سمجھیں گے محبت کی ایک اور کہانی شروع ہو چکی ہے؟

"میں اس کے ساتھ اتنی کمفرٹیبل کیوں ہو جاتی ہوں؟" وہ خود کلامی کی کیفیت میں بولی  
 "اس کے ساتھ ہونے پر ایسا لگتا ہے اس سے کوئی پرانا تعلق ہو میرا" زمل کچھ سوچتے ہوئے بول رہی تھی  
 "میں چاہ کر بھی اس کے ساتھ سخت نہیں ہو پاتی"

وہ گاڑی ڈائیو کرتے سوچوں میں گم تھی زہن کے پردے پر بار بار سرمئی آنکھوں والی وہ معصوم اور شریف سی شکل چھارہ ہی تھی۔ زل نے سر جھٹکا اور گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔

ہیزام گاڑی میں بیٹھا تھا گاڑی کی رفتار کافی کم تھی۔

"کیا وہ میرے ساتھ کمفرٹیبل ہو جاتی ہے؟" وہ خود کلامی میں بولا

"کیا میں اس کے ساتھ کچھ غلط تو نہیں کر رہا؟"

"کیا وہ مجھ پر بھروسہ کرنے لگی ہے؟" دل نے سوال کیا

ان سوالوں سے الجھتے ہیزام سلیمان کے زہن کے پردوں پر ایک منظر چلا ہیزام دس سال کا تھا اپنے گھر

کے لان میں وہ اپنے سامنے بیٹھی ایک عورت کی باتیں بہت غور سے سن رہا تھا۔

"ماما اسکا بے ہیوئیر سب کے ساتھ روڈ ہوتا لیکن میرے ساتھ وہ نارملی بات کرتی ہے؟" وہ الجھتے ہوئے اپنی

ماما سے کچھ پوچھ رہا تھا

"کیونکہ وہ آپ پر ٹرسٹ کرتی ہے اگر کوئی آپ پر ایک دفعہ ٹرسٹ کرے تو اسے کبھی بھی توڑنا نہیں"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اسکی ماں اسے پیار سے سمجھا رہی تھیں

ہیزام نے اثبات میں سر ہلایا۔

پیچھے سے آتی گاڑی کا ہارن اسے حال میں لایا

مس زل فاروقی آپ ہیزام سلیمان پر بھروسہ کرنے لگی ہیں تو وعدہ ہے آپ سے آپ کا بھروسہ نہیں

ٹوٹے گا اس نے خود سے ایک عہد کیا اور گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔

زل گھر آئی تو وقار فارتی ایئر پورٹ کے لئے نکل چکے تھے اس نے اپنی ساری شاپنگ لاؤنچ کے صوفے پر رکھی اور خود بھی ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

"بانو۔۔۔۔۔ جو س لادو" زل نے آنکھیں موندے اونچی آواز میں کہا

"جی باجی ابھی لائی" وہ بھاگتے ہوئے آئی تھی

بانو بھاگتے ہوئے آئی اور پھر چلی گئی

کچن میں کھڑی بانو اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی۔

"ویسے اماں ان امیر لوگوں کو اپنے گھر والوں سے پیار کیوں نہیں ہوتا؟"

"اب کیا ہو گیا تمہیں" اس کی اماں جیسے اس کے سوال جواب سے تنگ تھی۔

"میں سوچ رہی ہوں جب زل باجی اس دن آئی تو صاحب کو کوئی پرواہ نہیں تھی کہ ان کے بیٹی اتنے

عرصے بعد گھر آئی ہے اور اب صاحب گئے ہیں تو زل باجی ملی بھی نہیں ان سے"

"ہاں یہ تو بات صحیح کر رہی ہے ویسے ماں باپ جیسے مرضی بھی ہوں پھر بھی اولاد کو ایسا نہیں کرنا چاہئے"

وہ اس کی بات سے متفق تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"زل باجی نے کیا کیا؟ اماں اس نے تو صرف بدلہ ہی لیا ہے"

"لے ہاں بدلہ اپنے باپ سے ہی لینا تھا؟" وہ ذفسوس کرتے ہوئے بولیں۔

"تو اور کیا اماں تیرے سے لے بدلہ؟ اماں شکر کریں آپس کے غصے آپس میں ہی نکالتے ہیں نہیں تو یہ لوگ

ہماری جان ہی کھاتے رہتے"

"ہائے نفیسہ بیگم ہوتی تو آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے"

"وہ کون ہے اماں"



"زل کی ماں بالکل زل ان کے جیسی ہے زل کی طرح ہی سوہنی تھی پر عادت کی بڑی اچھی تھی غصے کا تو پتا بھی نہیں کہ کیا ہوتا ہے"

"تو پھر کہاں گئی" وہ متجسس نظر آتی تھی

"بس ایک غلطی انسان کو برباد کر دیتی ہے"۔۔۔۔۔ اچھا اب غلطی سے بھی ان کا نام کسی کے سامنے نہ لے لینا" وہ آخر میں تنبیہ کرتے ہوئے بولیں

اس نے اثبات میں سر ہلا کر یقین دہانی کروائی

"یہ لے جو س پکڑ دے کے آ" وہ جو س پکڑاتے ہوئے بات بدل گئیں۔

یزدانی ہاؤس میں اس وقت دو نفوس لان میں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے

"شاہزیب تم اپنی عمر کے لوگوں کو دیکھو ہر کوئی بزنس کر رہا ہے تم کیا پینٹنگز میں اپنا وقت ضائع کرتے پھر رہے ہو" شعیب یزدانی چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے کہہ رہے تھے

"میں اپنا وقت ضائع نہیں کر رہا میں نے بھی اچھی خاصی شہرت کمالی ہے" شاہزیب کا انداز بے نیاز سا تھا۔

"اور اس شہرت سے تم پیٹ بھرو گے؟" وہ استہزایہ بولے

"بزنس میں جب مرتا ہے تو اس کے لئے اسکا پیسہ نہیں روتا لیکن ایک مشہور انسان جب مرتا ہے تو اس کے لئے لوگ روتے ہیں۔۔۔۔۔ پیسہ کمانے سے بہتر ہے کہ میں انسان کماؤں" وہ دور خلا میں دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

"تمہاری یہ باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں ابھی میں زندہ ہوں کل نہیں ہونگا ایک آرٹ پیس بنانے میں تم کتنا وقت لگاتے ہو اور بدلے میں تمہیں صرف چند لوگوں کی تعریف ملتی ہے" وہ اس کو احساس دلارہے تھے

"میں اس میں خوش ہوں ڈیڈ آپ بھی خوش رہیں۔۔۔۔ زیادہ کی خواہش انسان کو ناشکر ابنادیتی ہے" وہ نرم لہجے میں ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم زل کو ہی دیکھ لو تمہاری عمر کی لڑکی ہو کر کتنا آگے لے گئی ہے وقار صاحب کے بزنس کو۔۔۔۔۔ کیا تھا وہ اور کہاں تک جا پہنچا ہے صرف اپنی بیٹی کی زہانت اور محنت کی وجہ سے" وہ اپنا آخرہ حربہ استعمال کر رہے تھے

"ڈیڈ آپ مجھے اس سے یا کسی سے بھی کمپئر نہ کریں پلیز میں اپنی جگہ پر بہت کامیاب ہوں۔۔۔۔۔ کامیابی کا تعلق پیسوں سے نہیں ہوتا سمجھ جائیں آپ" اب کے اس کا لہجہ اکتایا ہوا تھا۔  
 "خیر تم یہ بتاؤ زل کے اور تمہارے تعلقات کیسے ہیں" شعیب یزدانی موضوع بدلتے ہو بولے  
 "ٹھیک ہیں" اس نے سرسری سا جواب دیا سچ تو یہ تھا کہ ان کے بیچ فاصلے آچکے تھے جس کا اندازہ شاہزیب کو ہو گیا تھا۔

"تو پھر اس بار اس سے شادی کر لو" انہوں نے اپنی رائے سامنے رکھی  
 "نہیں اب وہ نہیں مانے گی" وہ اب بھی دور خلا میں دیکھ رہا تھا  
 "تو تم مناؤ نا اسے"

"آپ اسے جانتے ہیں۔۔۔۔۔ محبت تو اسے پہلے بھی نہیں تھی مجھ سے۔۔۔۔۔ پھر بھی مان گئی تھی لیکن اس بار نہیں مانے گی نہ ہی میں اب ایسا کچھ چاہتا ہوں وہ دوست بن کر ہی رہے تو بھی کافی ہے"

"گدھے ہو تم۔۔۔۔۔ نہ تمہارا اپنے بزنس میں دھیان ہے اور نہ ہی اس کے بزنس میں "اب کی باران کے انداز میں واقعی تضحیک تھی۔

شاہزیب نے ان کو شاکی نظروں سے دیکھا

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو، کچھ غلط کہا ہے کیا میں نے؟"

"ڈیڈ مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی" وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا چلا گیا۔ اسکا چائے کا کپ بغیر چھوئے ویسے ہی ٹیبل پر اپنی ناقدری برداشت کرتا رہا یہاں ہوتا نا کوئی چائے کا عاشق تو اس کی عید ہو جاتی۔

رات سارے میں پھیل چکی تھی ہیزام سلیمان اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑا کسی سے فون پر بات کر رہا تھا بالکونی سے وہ اپنے گھر کے لان میں دیکھتے ہوئے کچھ بول رہا تھا۔ جب کوئی گاڑی سلیمان منزل کے سامنے آکر رکی ڈرائیور نے پچھلا دروازہ کھولا تو زمل فاروقی گاڑی سے باہر نکلی پاؤں میں اونچی سیلرز، پرپل کلر کی لانگ اسکرٹ کے ساتھ ڈارک پرپل شرٹ پہنے بالوں کو کمر لٹکا کر کے کندھوں پر ڈالا گیا تھا۔ ہیزام اسے دیکھ کر رک گیا تھا اب زمل نے ہاتھ میں کچھ شاپنگ بیگز پکڑے اور اندر کی طرف بڑھ گئی ہیزام نے رابطہ منقطع کیا اور نیچے کی طرف بھاگا۔

اب وہ لاؤنج میں سلیمان صاحب اور جنت سلیمان کے ساتھ بیٹھی تھی مسکرا کر کسی بات کا جواب دیتی ہوئی وہ بہت اچھی لگ رہی تھی ہیزام سلیمان لاؤنج میں آیا اور زمل کو سلام کہا زمل جواباً مسکرائی اب وہ ایک سنگل صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھا تھا

"زل آپ شاہزیب یزدانی کی دوست ہیں نا؟" جنت نے جیسے بات کرنے کا کوئی سراڈھونڈا لیکن ناجانے کیوں اس لڑکی کو شاہزیب یزدانی کے علاوہ کوئی بات کیوں نہیں آتی تھی۔

ہیزام نے گلا کھنکھار کر اسے چپ کروانی کی ناکام کوشش کی لیکن اس ڈھیٹ پر اثر نہ ہوا وہ زل کی طرف دیکھتی جواب کی منتظر تھی

"جی شاہزیب اور میں بچپن کے دوست ہیں"

"میں ان کی بہت بڑی فین ہوں۔۔۔۔۔ آپ کو تو پتہ ہے وہ کتنے اچھے آرٹسٹ ہیں" جنت پر جوش لہجے میں بول رہی تھی۔

"اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا کہ آپ اس کی فین ہیں تو میں اسے بھی یہاں لے آتی" زل نے مسکرا کر نرم لہجے میں کہا

"کیا آپ شاہزیب یزدانی کو ہمارے گھر لا سکتی ہیں۔۔۔۔۔ وہ اتنے مشہور ہیں ہمارے گھر آجائیں گے؟" وہ بے یقینی سے بولی "شاہزیب یزدانی زل کو کبھی کسی بات کے لئے منع نہیں کر سکتا" ہیزام اب نرم لہجے میں بولا تھا اور جنت کو دیکھتے ہوئے ایک گھوری سے بھی نوازا تھا جو کہ زل سے چھپی نہ رہ سکی۔

"ہمارے گھر ایک ہی لڑکی ہے جو تمہیں اچھی کمپنی دے سکتی ہے لیکن وہ بھی تمہارے دوست کی فین ہے" سلیمان صاحب مسکراتے ہوئے بولے

"نہیں نہیں کوئی مسئلہ نہیں"

"اچھا یہ باتیں چھوڑیں میں آپ کو اپنا فیملی البم دیکھاتی ہوں میں بس دو منٹ میں لے کر آئی" جنت پر جوش انداز میں اٹھتے ہوئے بولی اور ہیزام کے تومانو چھلکے ہی اڑ گئے۔

"جنت رکو بعد میں دکھالینا ابھی کھانے کا اربنخمنٹ دیکھ لو" ہیزام جلدی سے بولا

جنت ایک منٹ رک کر اس کے چہرے کو دیکھے گئی پھر اثبات میں سر ہلا کر پکن کی طرف چلی گئی

"میں دیکھتا ہوں جنت کو کیا پتہ چلنا ہے سلیمان صاحب اٹھتے ہوئے چہرے پر بشارت لئے مسکرائے"  
 اب لاؤنج میں صرف ہیزام اور زمل ہی تھے  
 "مجھے دو ماہ کی جاب ہی دے دیں اب تو ہمارے فیملی ٹرمز بھی ہیں نا" وہ ایسے جاب مانگ رہا تھا جیسے پوری  
 دنیا سے ریجیکٹ ہو چکا ہو۔  
 "آپ کل سے جوائن کر لے آفس"  
 "میرا انٹرویو؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے آپ میرے اسسٹنٹ کی جاب کریں گے" جویریہ نے دو ماہ کی لیو مانگی تھی تو  
 زمل نے ہیزام کو دو ماہ کے لئے اس کی جگہ رکھنے کا سوچ لیا تھا۔  
 "جی؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ مسکرایا  
 "اب یہ دن بھی آنے تھے؟" ہیزام گہری سانس لیتے ہوئے بولا  
 آپ کو جاب اور دھکے چاہئے نا؟ زمل نے مسکراہٹ دبائے ہوئے کہا۔  
 "کیا کہہ سکتا ہوں اب میں؟" بے چارہ معصوم لڑکا  
 اب ادھر ادھر کی باتیں شروع ہو چکی تھیں۔

اگلی صبح کافی ٹھنڈی تھی بارش ابھی کچھ دیر پہلے ہی رکی تھی اور بارش کے بعد سڑکیں گیلی اور درختوں کے  
 پتے دھلے دھلائے تھے ایسے میں اونچی عمارتوں کو بھی جیسے صاف کر دیا گیا ہو۔

ایہ ایک اونچی عمارت تھی اور اس عمارت کے فوراً فلور پر ایک لمبی راہداری سے گزرتے ہوئے سامنے ایک آفس کے اندر جھانکوں تو اس آفس کے اندر ہی کھوکھلا کر رہ جاؤ گے۔ اس کی ایک دیوار شیشے کی تھی جس سے باہر آسمان کے رنگ نظر آتے تھے اور اگر اس دیوار کے بالکل ساتھ کھڑے ہو کر دیکھو تو تم خود کو بلندیوں پر محسوس کرو گے شیشے کی دیوار کے عین سامنے دیوار پر ہلکے نیلے رنگ کی پینٹنگز ہوئی تھیں اور اس دیوار کے ساتھ شیشے کا ایک بڑا سا ایکویریم موجود تھا۔ جس میں مختلف رنگوں کی مچھلیاں تیرتی ہوئی نظر آرہی تھیں اور اسی آفس میں کرسی پر ایک چالیس پچاس سال کا سوٹڈ بوٹڈ بیٹھا آدمی جو کہ سخت تاثرات لئے ہوئے تھا آفس اسی کے شایانِ شان تھا اور اسی آدمی کے بارے میں مشہور تھا "مسٹر پرفیکٹ"۔

ٹیبیل پر کچھ فائلز ترتیب سے رکھی گئی تھیں، سامنے ایک لیپٹاپ کھلا ہوا پڑا تھا، ایک طرف کسی گول سے گلاس کے طرح سٹینڈ میں کچھ قلم پڑے تھے اسی کے ساتھ ورلڈ گلوب پڑا تھا ان کے درمیان ٹیبیل کی سطح پر ایک بورڈ پڑا تھا جس پر بڑا سا جلی حروف میں مسٹر مجیب درانی لکھا ہوا تھا۔

مجبب درانی کے سامنے احمد ان کا پر سنل اسٹنٹ کھڑا تھا  
 "سر مس زمل فاروقی نے اسلام آباد میں اپنا ایک نیا پراجیکٹ سٹارٹ کر دیا ہے اور وہ بہت تیزی سے بزنس کی دنیا میں ابھر رہی ہیں"۔ وہ مودب انداز میں کھڑا بتا رہا تھا۔

"احمد تم میری اس کے ساتھ ایک میٹنگ ارنج کرواؤ جتنی جلدی ہو سکتا ہے اتنی جلدی" مجیب درانی نے تھوڑی کھجائے ہوئے کہا۔

"جی سر" وہ کہتے وہ چلا گیا

جبکہ مجیب درانی کے ذہن میں سوچوں کا سمندر بہنے لگا۔۔۔۔۔ کیا تم اس سوچوں کے سمندر میں اترنے کے لئے تیار ہو؟

زمل ابھی آفس میں داخل ہوئی تھی سرمئی لیڈیز ٹوپس پہنے بالوں کی اونچی پونی بنائے پاؤں میں چار انچز کی ہیل پہنے وہ یردن کی طرح آج بھی مکمل تیار لگ رہی تھی۔ اس کے پیچھے ہی ہیزام بھی داخل ہوا تھا وہ آج سفید ڈریس شرٹ کے ساتھ سیاہ پینٹ پہنے بڑھے ہوئے شرٹ کے بازو کہنیوں تک موڑے، پاؤں میں سیاہ بوٹس پہنے، بالوں کو جیل کی مدد سے پیچھے کو جمائے آج مختلف لیکن بیڈ سم لگ رہا تھا "ہائے باس کیسی ہیں آپ" ہشاش بشاش لہجے میں زمل کی برابری کرتے ہوئے بولا۔  
 "آپ لیٹ ہیں" زمل کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں بولی۔  
 "میں تو آپ کے ساتھ ہی آیا ہوں" ہیزام نے توجیہ پیش کی۔  
 "اسسٹنٹ کو باس سے پہلے آفس میں موجود ہونا چاہئے" انداز میں کسی ملکہ کی سی سختی تھی  
 ہیزام نے اثبات میں سر ہلایا  
 "مجھے فولو کریں آپ" زمل آگے چلتے ہوئے بولی اب وہ زمل سے ایک قدم پیچھے چل رہا تھا چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔  
 "سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر؟" ہیزام شوخ مزاج کا بندہ کبھی سیریس ہو سکتا تھا؟  
 "میری پیچھے آئیں" زمل نے مڑ کر اسے سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر دوبارہ چلنے لگی  
 "اوکے" اس نے مسکراتے ہوئے سر ہوا میں مارا۔  
 اب وہ کئی ایمپلائز کے کیبیز میں سے گزر رہی تھی جہاں سارے اپنے کاموں میں مصروف تھے ایک لڑکی فون پر مصروف تھی۔ زمل اس کے پاس ہی رک گئی۔  
 "تم مجھے اتنا اگنور کیسے کر سکتے ہو؟ تم کسی اور لڑکی میں انٹر سٹڈ ہو" دبا دبا چہنچنے کی آواز آرہی تھی



وہ لڑکی جو رخ موڑے بیٹھی تھی زل نے اس کے کندھے پر پیانو کے انداز میں انگلیاں بجائیں تو اس نے مڑ کر دیکھا پھر جلدی سے کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں پر خشک ہو چکے آنسوؤں کے نشان تھے۔

"یہ آپ کے ڈیوٹی آرز ہیں نا؟" زل کی سخت نظروں نے اس لڑکی کے معصوم چہرے کا احاطہ کر رکھا تھا۔

"یس میم"

"تو پھر آپ اپنی محبت کی بھیک کسی اور وقت مانگ لینا ابھی فحالی کام کریں کیونکہ میں آپ کو آپ کے ایک ایک منٹ کا پے کرتی ہوں" زل کے انداز میں تضحیک تھی سارے کام سے ہاتھ روکے اس لڑکی اور زل کو دیکھ رہے تھے۔

"انی ایم سوری میم"

زل سر جھٹکتی آگے کو بڑھ گئی ہیزام اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے اسکی کوئی امپورٹنٹ کال ہو" ہیزام نے اپنی رائے دینا فرض سمجھا۔

"فارتی آر کیٹیکچرل کمپنی میں کام سے زیادہ امپورٹنٹ کچھ نہیں ہونا چاہیے"

اسکا امداز ایسا تھا کہ ہیزام نے اس کی پشت کو صحیح گھورا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اب وہ آفس میں آگئی تھی اس کے پیچھے ہی جویریہ بھی آئی تھی۔

"ہیزام آپ میرا پورے ویک کا سکیجوبل مس جویریہ سے ڈسکس کر لیں" وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی

"اور جویریہ آپ لنچ بریک کے بعد دو ماہ کی لیو پر جاسکتی ہیں آپ کی لیو اپروو ہو گئی" اب وہ جویریہ کی طرف متوجہ تھی اور سامنے رکھا لیپٹاپ کھولا۔

"تھینک یو میم"

اب وہ جانے لگی اور ہیزام کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا

"رکیں" زل کی آواز پر دونوں نے اس کی طرف دیکھا۔

وہ واپس پلٹی۔

"مس جویریہ آپ ہیزام کو جاب کے بیسک اتھیکس بھی سیکھا دیجئیے گا" زمل کے انداز میں کیا سختی تھی ہیزام دل ہی دل میں سو بار پچھتا رہا تھا یہاں آنے پر۔

"اوکے میم" اس نے اثبات میں سر ہلایا اور چلی گئی ہیزام بھی اس کے پیچھے ہی چل دیا زمل اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

جویریہ ہیزام کے سامنے کھڑی تھی

"پہلے میں تمہیں اتھیکس بتا دیتی ہوں پھر ہم شیڈول ڈسکس کر لیں گے"

"یہ تم کیا ہوتا" آپ "بولیں مجھے" ہیزام نے اسے ٹوک کر غلطی کی تھی۔

"کیوں تم میرے کون ہو جو میں تمہیں آپ بولوں" جویریہ نے اپنا ڈھیٹ پن دکھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھیں محترمہ غیر مردوں کو آپ کہہ کر مخاطب کرنا چاہیئے" ہیزام اسے سمجھانے کے انداز میں بولا

"دیکھیں محترم اتنی عزت میں نے کبھی مردوں کو نہیں دی اور نہ ہی مرد اس قابل ہوتے ہیں اس لئے

"تم" میرے پیچھے آؤ" وہ تم پر زور دیتے ہوئے بولی

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دیکھیں محترمہ میں ایک دفعہ پھر آپ کو کہہ رہا ہوں آپ مجھے تم نہ کہیں تمیز سے بات کریں مجھ سے اور

دوسری بات مرد اس قابل ہوتے ہیں یا نہیں میں اس قابل ہوں" آہ شہزادے صاحب کے نخرے تو

چیک کرو۔

"یہ تمہارے لڑکیوں والے نخرے ختم ہوں گے یا پھر جویریہ بنت عامر تمہارا کھیل ختم کرے" جویریہ نے

اب اسے وارننگ دینے والے انداز میں دیکھا۔

مطلب؟

"دیکھو جو لڑکی تمہیں آپ نہیں کہہ رہی وہ لڑکی اتنی خطرناک ہے کہ زیادہ بحث کی تو تمہارا سر پھاڑ دوں گی" اس کے لہجے کی کرواہٹ زلزلہ فاروقی سے زیادہ تھی ہیزام کو اندازہ ہو گیا تھا۔

"ہم کام شروع کریں پلیز" اس نے بحث سے چھٹکارا پانے کے لیے سراڑھونڈا۔

"سوری بولو پہلے پھر شروع کریں گے" وہ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی ہو گئی۔

"میں کیوں سوری بولو آپ کام کریں نہیں تو میں باس کو شکایت کروں گا میں ان کا ہلکا پھلکا دوست ہیں"

ہیزام اسے دھمکی دینے والے انداز میں بولا۔

جویریہ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا تو وہ حیران ہو کر دیکھنے لگا

"دیکھو مسٹر کام کے معاملے میں تو وہ اپنے باپ کو کچھ نہیں سمجھتی اور تمہاری قسمت خراب تم ان کے دوست ہو تمہارا تو وہ حال ہو گا کہ اللہ کی پناہ میری ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں" وہ ہنسی دباتے بمشکل کہہ رہی تھی

کافی دیر بعد وہ بولتی رہی اور ہیزام سننا رہا بیچ میں ان دونوں کی نوک جھوک بھی چلتی رہی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کچھ دیر بعد وہ زلزلے کے آفس میں کھڑا تھا زلزلے سے سنجیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"باس آپ کی میٹنگ ہے کل مجیب درانی کے ساتھ" وہ مودب انداز میں کھڑا تھا لیکن چہرے کی بشاشت کہیں نہیں گئی۔

زلزلے نے چونک کر اسے دیکھا پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد اثبات میں سر ہلایا

"میری کافی کا ٹائم ہو گیا ہے اور ابھی تک کافی نہیں آئی" زلزلے نے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا

"ائی ایم سوری لیکن مجھے مس جویریہ نے کہا تھا کہ آپ صرف صبح میں کافی لیتی ہیں اور وہ لے چکی ہیں"

ہیزام نے زلزلے کو صفائی دی اور دل میں جویریہ بنت عامر کو صلواتیں سنائیں۔

"میں چار بار کافی پیتی ہوں صبح آفس آتے ہی، لنچ بریک سے پہلے، لنچ کے ایک گھنٹی بعد اور شام میں یاد رکھئے گا" زمل کا لہجہ سخت تھا نہ نرم

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور دل ہی دل میں جویریہ بنت عامر کو ایک اور بار کئی القابات سے نوازا۔ یہ وہ زمل نہیں تھی جس سے وہ اکثر ملتارہا تھا، اس کے بارے میں ورکرز اور امپلائز بالکل ٹھیک کہتے تھے کہ زمل فاروقی مغرور، اکھڑ، بد لحاظ اور بہت غصے والی ہیں کام کے معاملات میں صرف کام ہی امپورٹنٹ ہے اور آج کا دن ہیزام سلیمان کے لئے تو بہت تھکا دینے والا تھا زمل نے اسے جان بوجھ کر بھی کافی ٹف ٹائم دیا تھا۔

اب وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا اور کانوں میں ایک ننھا سا آلہ لگا رکھا تھا۔  
 "یار کہاں پھسا دیا تو نے۔۔۔۔۔ میں تو تیرے مشورے پر عمل کر کے ایک ہی دن میں کئی ہزار دفعہ پچھتا چکا ہوں" ہیزام کا انداز ایسا تھا کہ وہ ابھی کچھ دیر میں غصے سے طاگل ہو جائے گا۔  
 "میں نے تو تجھے دل سے مشورہ دیا تھا اس کے علاوہ کوئی حل بھی تو نہیں تھا" دوسری طرف سے ایک بھاری آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"اچھا یہ بتاؤ کیا لگتا ہے تمہیں اس پر لگے شک درست ہیں؟" دوسری جانب سے پھر آواز ابھری۔  
 "مجھے تو کچھ بھی مشکوک نہیں لگا لیکن پھر بھی میں دیکھ لوں گا اور مونسٹر کو میرا پیغام دے دینا اگر دو ماہ میں کام ہو گیا تو ٹھیک اور اگر نہ ہوا تو میں واپس چلا جاؤں گا" ہیزام اب سنجیدہ نظر آ رہا تھا  
 "تو فکر نہ کر اس نے یہ ٹاسک تجھے دیا ہی اس لئے ہے کہ تو دو ماہ سے پہلے کر لے گا" دوسری جانب سے پھر کچھ کہا گیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی پرو فیشنل شوٹر کو اس طرح کے کام دے کیوں رہا ہے یہ منحوس آدمی" ہیزام سلیمان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی کا سر پھاڑ دے۔

"کیونکہ یہ کام تیرے علاوہ کوئی کر نہیں سکتا"  
"چل بعد میں بات کرتا ہوں" کہتے ہوئے اس نے آلہ کان سے نکال دیا اور ڈیش بورڈ پر پھینک دیا۔

-----

(جاری ہے)

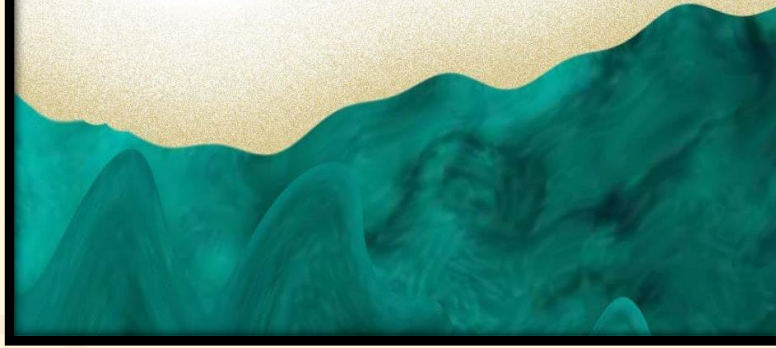
باقی آئندہ قسط میں





# پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

ایسین فتح



# ابراہیم

"یہاں دستخط کرو غازہ ! " کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آدھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! " سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔ "بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھر رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹنے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

Click here

safareadab.com



دنوشہ آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ج جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھائی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اترتا نہیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکراتے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجہ جانے لگی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔۔۔ وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا بیٹی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنوں گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے ہلٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کہے اس طرح کہ۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

Click here

safareadab.com

safareadab.com

وراثت

فاطمہ ملک



## ناول ڈواکفل کی دس جھلک

"میں علی جبران کا ایک لوتا بیٹا ہوں۔ تجھ جیسے دس آفیسر ز میرے گھر کے باہر میری خدمت میں کھڑے رہتے ہیں۔ اور توں دو ٹکے کا سرکاری نوکر مجھے گھسیٹنے کی دھمکی دے گا۔"

وہ غصے سے پھیلی آنکھوں کے ساتھ چلایا۔ ذواکفل کی آنکھوں کا رنگ بدل گیا تھا۔ اس نے لب بھینجتے ہوئے اپنے گریبان کو دیکھا۔ جو داور کی گرفت میں تھا پھر اپنی سرخ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے۔ اس نے اپنی پیشانی زور سے داور کی ناک پر دے ماری۔ وہ بلبل کر پیچھے ہوا۔ اس کی ناک سے خون کے چند قطرے نکلے تھے۔ جو اس کی شرٹ کے گریبان کو سرخ کر گئے تھے۔ ذواکفل کی جرأت پر وہ گش کھا کر رہ گیا تھا۔

"میرے یونیفارم پر لگے یہ ستارے بہت عظیم ہیں۔ تیرے ہاتھ لگانے سے میلے ہو جائیں گے۔" بھرے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے اس کی آواز بلند ہوئی۔ آنکھوں کی سرخی اور طیش بڑھ رہا تھا۔ "مجھ پر ہاتھ اٹھانے کا انجام بہت برا ہو گا آفیسر یاد رکھنا۔"

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

www.safareadab.com

WEB SPECIAL NOVEL

ڈواکفل

نور بانو



"مجھے اس کی پرواہ نہیں کیونکہ توں اسی قابل ہے۔"  
شدید نفرت سے داور کو دیکھتے ہوئے۔ ذوالکفل نے  
زمین پر تھوکا۔

فائل کے آخری صفحے پر پہنچ کر ذوالکفل نے سر اٹھا کر  
سامنے براجمان ڈی آئی جی صاحب کو دیکھا۔ جو پہلے ہی  
اُسے جاچتی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے 'پھر فائل بند  
کردی۔

"میں تمہیں پانچ آفیسرز کی ٹیم دے رہا ہوں۔ آج  
سے تم اس کیس کے آئی۔ او ہو۔"

"اتنا تکلف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سر اس کیس  
کو نیٹانے کے لئے میں اکیلا کافی ہوں"

فائل بغل میں دباتے ہوئے ذوالکفل شرارتی انداز  
میں مسکرایا۔

"ہاں مجھے اچھے سے معلوم ہے۔"

سر مت صاحب اس کی بات سے محفوظ ہو کر بولے  
تھے۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں  
کلک کریں۔

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب